إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْإِسْلَامُ

الدین کا خصوصی شمارہ

بیس جنّتی صحابہ رضی اللہ عنہم

بیادگار

محسنِ قوم وملّت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ (م: ۱۳۲۶ھ)

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ہذا)

مجلسِ مشاورت

حضرت مولانا احمد صاحب بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)

حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)

حضرت مفتی معاذ صاحب بھبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

محمد اسامہ جھاڑکھنڈی

صابر سورتی

شعیب پالنپوری

اظہار الحق پربھنی

ناشر

شعبۂ تقریر وتحریر

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

ازقلم: رضوان آنندی۔ تمیم بمبوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

آغازِ عہدِ رسالت میں حق پر ثابت قدم رہنا اور اسلام کو مضبوطی سے تھامے رکھنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا، اسلام لانا اور اس کا برملا اظہار کرنا باشندگانِ مکہ کو اپنا دشمن بنانا تھا، یہاں اسلام قبول کرنے کی خبر پہنچی اور وہاں شدائد و آلام کا ناقابلِ بیان سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایسے سینکڑوں جاں باز دیوانے ہیں جن کے ساتھ داستانِ عزیمت کا ایک جہاں وابستہ ہے، ایسے ہی فداکاروں اور جاں بازوں میں سرِ فہرست نام صبر و قربانی کے پیکر، مجسمۂ عزیمت حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا آتا ہے جن کے نام کے ساتھ ہی دل و دماغ میں مصائب و آلام اور قربانیوں کا تصور ابھر آتا ہے۔ زیرِ نظر اوراق میں آپ ہی کی حیاتِ طیبہ پر طالبِ علمانہ روشنی ڈالی گئی ہے، خدا کرے کہ راقم السطور اور قارئین کے لیے مفید اور نفع بخش ثابت ہو۔ آمین

حیات و خدمات

نام و نسب

آپ رضی اللہ عنہ کا نام بلال اور کنیت ابو عبداللہ تھی، والد کا نام رباح تھا، جو مکہ کے قبیلۂ بنو جمح سے غلامانہ تعلق رکھتے تھے، والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپ حبشی النسل اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۲۰۷۔ طبقات ابن سعد ۳/ ۱۶۵)

ولادت و بچپن

رباح اصلاً حبشہ کے باشندے تھے، اُس زمانہ میں حبشہ میں عام رواج بن چکا تھا کہ ہر کوئی حوادث سے تنگ آ کر کسی خوش حال مقام کی جانب نکل پڑتا تھا، چناں چہ آپ کے والد بھی اپنی زوجہ حمامہ کے ہمراہ ریگستانِ حجاز کی جانب نکل پڑے اور مکہ پہنچ کر قبیلۂ بنو جمح کی غلامی میں بود و باش اختیار کر لی۔

عام الفیل کے بارہویں سال ۵۸۳ء کے درمیان مکہ کے مقام سراۃ میں رباح کے گھر اُس بچے کی ولادت باسعادت ہوئی، جسے دنیا نے ”بلال حبشی“ کے نام سے جانا، پرورش مکہ کے مشہور و معروف قبیلے بنی جمح میں ہوئی، جس کو آواز و غنا سے خصوصی لگاؤ اور خاص شغف تھا۔ بچپن مکہ کی گلیوں اور شعرا و ادبا کی محفلوں میں گذرا۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ آپ کا نشوونما ہوتا گیا۔

اسلام سے پہلے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت سریلی آواز عطا فرمائی تھی، چوں کہ آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے، لہٰذا جب بھی وہ شام کی جانب سفر کرتا تو آپ کو بھی ہمراہ لیتا، جب قافلہ تھک کر چور ہو جاتا تو آپ اپنی خداداد، خوشنما، مقناطیسی آواز کے ساتھ حدی خوانی اور نغمہ سرائی کے ذریعہ قافلہ کو گرماتے اور قافلہ پھر سے نشاط میں آ کر رواں دواں ہو جاتا۔

ایک مرتبہ جب کہ حضرت ابوبکرؓ بھی سفرِ شام میں ساتھ موجود تھے، قافلہ

نے تھک ہار کر ایک مقام پر پڑاؤ ڈالنا چاہا، تو حضرت بلالؓ نے اپنی حسین آواز کے ذریعہ قافلہ کو چاک و چوبند کر دیا، اور دیر تک قافلہ منزل کی جانب سے بڑھتا رہا۔ جب قافلے نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تب حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے فرمایا کہ: بلال! تمہاری آواز تو بڑی خوبصورت ہے، تمہارے نغمہ نے قافلہ کی تھکاوٹ کو دور کر دیا۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کی اس تحسین پر مسکراتے ہوئے چل دیے اور یہی ایک جملہ آپ کی دوستی کا سبب بن گیا۔

آپؓ اپنے آقا کا خوب خیال رکھتے اور ہر دم وفاداری کا ثبوت دیتے، سفر ہو یا حضر؛ ہر جگہ اپنے آقا کے طعام و قیام کا اہتمام فرماتے اور اس طرح غلامی ہی میں آپؓ نے اپنی زندگی کے ۲۸ رسال گزار دیے۔

(قبول حق کے بعد صحابہؓ کی داستانِ عزیمت، ص: ۷۶)

حضرت بلال اپنے آقا کی دنیوی امور کے علاوہ مذہبی امور میں بھی خدمت انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ شام کا سفر درپیش ہوا، امیہ نے جاہلیت کی رسم کے مطابق فال کھلوانے کا ارادہ کیا، چناں چہ اسی غرض سے اس نے حضرت بلال کو ہمراہ لیا اور کعبۃ اللہ کی طرف چل پڑا، راستے میں شرفائے مکہ کی ایک مجلس لگی ہوئی دیکھی تو اس نے حضرت بلال سے کہا کہ: تو جا کر فال لے لے، میں اس مجلس میں بیٹھتا ہوں۔ چناں چہ حضرت بلالؓ فال لینے کے قصد سے روانہ ہوئے۔ طریقۂ فال کچھ ایسا تھا کہ کعبہ میں ایک شخص مجاور بن کے بیٹھ جاتا، اس کے پاس

تیروں کا ایک تھیلا ہوتا، جس میں بعض تیروں پر ”ہاں“ اور بعض تیروں پر ”نا“ لکھا ہوتا پھر اسی تھیلے کو بت کے سامنے گھما کر اس میں سے تیر نکالا جاتا، اگر ”ہاں“ کا تیر نکلتا تو سفر کے لیے نیک شگون خیال کیا جاتا، اور اگر ”نا“ لکھا ہوا تیر نکلتا تو بدشگونی سمجھا جاتا۔

چناں چہ اسی رواج کے مطابق بلال نے بھی اس سے فال نکالنے کی درخواست کی تو جواب میں ”نا“ آیا، بلال نے کہا کہ ہم نے تو پوری تیاری کر لی ہے ہم تو جائیں گے۔ اس پر اس مجاور نے کہا کہ: دوبارہ فال لے لیجیے۔ چناں چہ دوسری مرتبہ کی کوشش کامیاب رہی اور جواب ”ہاں“ آیا، پھر دل کی تشفی وتسلی کے خاطر سہ بار فال نکالی گئی، تو اس مرتبہ بھی جواب میں ”ہاں“ آیا، اس پر وہ بڑے مسرور ہوئے اور خوشی خوشی اپنے آقا کے پاس گئے اور پورا واقعہ کہہ سنایا، امیہ بھی آپ کی اس حکمتِ عملی پر بڑا خوش ہوا۔

سفرِ شام اور قبولِ اسلام

حضرت بلال ؓ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولی اس وقت چاروں سمت کفر وشرک کی ضلالت اور ظلم وستم کی اندھیریاں چھائی ہوئی تھیں، اور آپ ؓ کا آقا امیہ بن خلف بھی سخت مشرک بلکہ مشرکوں کا سردار تھا، حضرت بلال ؓ اگرچہ سیاہ فام حبشی تھے؛ تاہم آئینۂ دل صاف شفاف تھا۔

آپؓ کے اسلام لانے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ شام کے سفر کے

دوران ایک جگہ قیام کی نوبت پیش آئی، اسی قیام میں حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ کہیں جلدی جلدی بھاگے جارہے ہیں، حضرت بلال نے دیکھا تو تعجباً پوچھا کہ: کیا بات درپیش ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہاں ایک راہب ہے جو خواب کی تعبیر بتلانے میں ماہر ہے، اس سے پوچھنے جارہا ہوں۔ کیا تم چلو گے؟ آپ نے منع کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کے ہمراہ ہوگئے، جب یہ دونوں راہب کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خواب کے متعلق دریافت کیا، اس پر راہب نے کہا کہ: عنقریب مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوگا اور تم اس نبی کے دستِ راست ہوگے، شاید وزیر بنو اور جانشین بھی۔ حضرت بلالؓ نے پوچھا کہ یہ نبی کیا اور کون ہوتا ہے؟ راہب نے کہا کہ: وہ خداوندِ عالم کی جانب سے بھیجا ہوا اس کا رسول ہوتا ہے، حضرت بلالؓ نے تعجب سے پوچھا: کیا وہ مکہ کے بتوں کی جانب سے نہیں آئیں گے؟ راہب نے کہا کہ: وہ تو ان ہی بتوں کو توڑنے آئیں گے اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیں گے۔ حضرت بلالؓ کو بڑا افسوس ہوا، بولے: کیا وہ بت معبود نہیں ہیں؟ راہب خاموش رہا، حضرت ابوبکرؓ اس کا منشا جان گئے اور وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔ حضرت بلالؓ پر اس انوکھے قصہ کا گہرا اثر ہوا اور آپ ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے، بس! یہی سے ان کی زندگی نے نیا موڑ لیا اور ان کے سامنے سوچ وفکر کے نئے دروازے کھل گئے۔

اِدھر قافلہ بہ عافیت مکہ واپس آ گیا، قافلہ کی اکثریت کعبہ کی طرف لپکی؛

تاکہ گھر جانے سے پہلے کعبہ کا طواف کریں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کے ساتھ طوافِ کعبہ اور بتوں کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوگئے؛ لیکن آج بات کچھ اور تھی، دل پہلی سی کیفیت اور اخلاص سے عاری تھا، وہ پہلے ڈرتے گڑگڑاتے ہوئے بتوں سے مخاطب ہوتے؛ لیکن آج کوشش کے باوجود اپنے اندر وہ حالت نہیں پا رہے تھے، راہب کی گفتگو نے ان کے ذہن میں سوالات کے انبار لگا دیے تھے۔ حضرت بلال اسی مضطرب حالت اور منتشر سوچوں کے ساتھ اٹھے اور اپنے آقا امیہ کے گھر کی جانب چل پڑے۔ تجارت میں خاطر خواہ نفع ہونے کے سبب امیہ اور اس کے رفقا شاداں و فرحاں جشن میں مشغول تھے اور حضرت بلال اپنی ہی سوچ میں مستغرق تھے۔ دن گذرتے گئے اور رفتہ رفتہ ان کا دل بھی بتوں سے اچاٹ ہوتا رہا۔ (قبولِ حق کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی داستانِ عزیمت، ص: ۷۸، ۷۹)

تا آں کہ ایک رات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیہ کے گھر سے قریب آکر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آہستہ سے آواز دی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیدار ہوگئے، اندھیرے میں غور کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، خیر خیریت کے بعد رات گئے آنے کی وجہ پوچھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس نبی کی بعثت ہوچکی ہے جس کا انتظار تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد بن عبد اللہ ہیں، جن کا تذکرہ کئی دنوں سے مکہ میں چل رہا ہے، مجھے تجسس ہوا، میں بھی ان کے ہاں پہنچا اور حقیقتِ حال دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نبی ہوں اور میرے

بزرگ وبرتر خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت بلالؓ کا اشتیاق بڑھتا گیا اور وہ سوال پر سوال کرتے گئے، حضرت ابوبکر تسلی بخش جواب دیتے رہے۔ پھر کہا: بلال! تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت بلالؓ نے کہا: میں قریش کے بتوں سے ہرگز متاثر نہیں، سفرِ شام کے بعد سے میرا بھروسہ بھی ان سے اٹھ چکا ہے؛ لیکن یہ سوچ رہا ہوں کہ نیا دین اتنی جلدی نہیں اختیار کرنا چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی صحیح کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعجب سے کہا: بلال! اگر یہ بات کفارِ مکہ کہتے تو کچھ سوچا جا سکتا تھا، مگر تمہارا تو آبائی دین یہ نہیں، نہ جانے تمہارے آباواجداد کا دین کونسا رہا ہو؟ حضرت ابوبکرؓ کی اس بات سے آپ کو جھٹکا لگا کہ یہ تو سچ بات ہے، چناں چہ قدرے توقف کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور کہا بلال! میں کل شام اپنے گھر تیرا انتظار کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اتنا کہہ کر وہاں سے چل دیے۔ حضرت بلالؓ وہیں کھڑے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھتے رہے، یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ (حوالۂ بالا، ص: ۸۱)

دربارِ رسالت میں حاضری

اگلے دن وعدے کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے، حضرت بلالؓ پر عجیب کیفیت طاری تھی، آج وہ ”محمد بن عبداللہ“ کو ”محمد رسول اللہ“ کی حیثیت سے دیکھ رہے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی آپؓ کا پرتپاک استقبال ہوا، پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو توحید و رسالت اور آخرت کی تعلیم دی اور کفر و شرک اور ظلم و زیادتی نہ کرنے پر بیعت لی اور ان کو حق پر جمے رہنے کی دعا دی اور فرمایا: آج تم بطورِ انسان اُن تمام لوگوں سے بہتر ہو جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں حضرت بلالؓ کے دل کو فراخ کرتی جا رہی تھی، ان کی بے اعتمادی اور احساسِ کمتری کافور ہوتی جا رہی تھی، تھوڑی دیر بعد اگرچہ حضرت بلالؓ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن آپ کی پیاری پیاری باتوں اور نظرِ شفقت اثر کی وجہ سے جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ آستانہ رسالت ہی پر پڑے رہے۔ اس کے بعد کبھی کبھار چھپ چھپ کر دربارِ رسالت میں حاضری دیتے اور تعلیماتِ نبوی حاصل کرتے رہے۔ (حوالہ بالا، ص، ۸۳)

ظلم و ستم کی داستانِ دلخراش

دن گذرتے گئے اور حضرت بلالؓ کا ایمان بڑھتا گیا بتوں کی نفرت دل میں جگہ پکڑتی گئی، اب ان بتوں کی جانب نظرِ التفات بھی نہ فرماتے۔ ایک دن جب کہ خانۂ کعبہ میں کوئی موجود نہ تھا، آپ بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور دوگانہ نماز ادا کی، پھر ان بتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے بڑے بت ہبل سے کہا: اے عاجز بت! اس روز تو کہا تھا جب تیرا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا اور تجھے سونے کا ہاتھ لگایا گیا، اسی دن تجھے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ جو اپنے ہاتھ کو سنبھال نہ سکے وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کوئی تجھے پتھر مارے، گالی دے، برا بھلا کہے یا تھوکے بھی

دے تو تُو کچھ نہیں کرسکتا، اگر تجھ میں کچھ طاقت ہے تو دکھلا، لے میں تجھ پر تھوکتا ہوں۔ یہ کہہ کر واقعتاً تھوک دیا۔ حضرت بلال ؓ اس طرح اپنی نفرت کا اظہار کر کے وہاں سے نکل گئے، لیکن نہیں پتہ نہ تھا کہ یہ سارا معاملہ ایک شخص دیکھ رہا ہے۔ وہ آدمی دوڑا ہوا امیہ بن خلف کے پاس آیا اور پوری داستان کہہ سنائی۔ اس پر امیہ لال پیلا ہو گیا اور حضرت بلال ؓ کو کھوجتا ہوا آیا۔ اُس وقت حضرت بلال ؓ معمول کے مطابق حجرہ میں بیٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت میں مشغول تھے، جب امیہ کمرہ کے پاس آیا اور اس نے آپ ؓ کی تلاوت سنی تو غصہ سے بپھر گیا اور کمرہ میں جا کر حضرت بلال سے پوچھنے لگا کہ: یہ کیا ہے جس کو تم پڑھ رہے تھے؟ آپ ؓ نے فرمایا یہ تو اللہ کا کلام ہے۔ امیہ سمجھ گیا کہ یہ وہی کلام ہے جو محمد لوگوں کو سنایا کرتا ہے۔ امیہ نے کہا اے بلال! تو اپنے پرانے دین پر واپس آ جا ورنہ میں تجھ کو کوٹھڑی میں بند کر دوں گا۔ حضرت بلالؓ نے جواب دیا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رب پر ایمان لا چکا ہوں، تو جو چاہے کر لے ب میں اس پر ثابت قدم رہوں گا۔ امیہ نے آپ ؓ کو کوٹھڑی میں ڈالنے کے بجائے گلے میں رسّی ڈال کر سارے مکہ میں لوگوں کے تماشے کے لیے برملا سزا دینا شروع کر دیا۔ امیہ نے حضرت بلال ؓ کے گلے کی رسّی مکہ کے اوباش قسم کے بچوں کے سپرد کر دی اور پورا دن اسی طرح مکہ میں سزا کے ساتھ گذرا۔

یہ دن حضرت بلالؓ کا اسلام لانے کے بعد پہلا دن تھا جس کو انہوں نے

سخت مظالم کے ساتھ برداشت کیا، اور دین حق کے لیے اپنے آپ کو گویا پہلے ہی دن سے قربانی کی راہ پر ڈال دیا۔ رات کے وقت اوباش بچوں نے حضرت بلالؓ کو امیہ کے سپرد کر دیا۔ دوسرا دن بھی اسی طرح مظلومانہ کیفیت میں بسر کیا۔ جوں جوں دن گذرتے مظلومیت بڑھتی جاتی اور ساتھ ہی حضرت بلالؓ کا ایمان بھی بڑھتا جاتا تھا۔

جب امیہ سزا دیتے دیتے تھک گیا تو اس نے اپنے شیطان بھائی ابوجہل سے کہا کہ: اس کالے کلوٹے غلام کو کیا کروں؟ تو ابوجہل نے مشورہ دیا کہ اسے اور کوئی سزا دی جائے؛ لیکن امیہ کے ذہن میں ایسی کوئی سزا سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بالآخر امیہ نے کہا کہ میں اس غلام کو قتل کر دوں گا، تو ابوجہل نے کہا کہ قتل مت کرو، ورنہ دوسرے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ شکست کھا گئے۔ چناں چہ یہ تدبیر سوچی گئی کہ حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر برہنہ پشت لٹایا جائے اور سینے پر بڑی چٹان رکھ دی جائے؛ تاکہ حرکت نہ کر سکے۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔

تاریخ نے اس منظر کو محفوظ کیا کہ آپ کی پشت عرب کی تپتی زمین پر جل رہی ہے، سینے پر بھاری چٹان ہے، جس سے نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ سانس لے سکتے ہیں، مکہ کے لوگ بھی تماشا دیکھ رہے ہیں؛ مگر اس کے باوجود حضرت بلالؓ ہیں کہ ان کی زبان پر اَحد اَحد (اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے) کے پاکیزہ الفاظ جاری و ساری ہیں۔ غرض کہ حضرت بلالؓ پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے گئے، مگر اس کے

باوجود اس عاشقِ رسول کی زبانِ مبارک سے احد احد کے علاوہ کچھ اور نہ نکل سکا۔

(صور من حیاۃ الصحابہ، ص ۳۱۵۔ رجال مبشرون بالجنۃ، ص ۲۷ ۔۳۲۔ قبولِ حق کے بعد صحابہ کرام ؓ کی داستانِ عزیمت، ص: ۸۹، ۹۲)

ایک مرتبہ مشہور نصرانی عالم، حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی، ورقہ بن نوفل کا ادھر سے گذر ہوا اور انہوں نے حضرت بلال ؓ کو سخت تکالیف میں دیکھا تو فرمایا: اے بلال! اَحد اَحد کہے جا۔ تُو اس حالت میں مر و گے تو ہم تمہاری قبر کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلۂ رحمت بنائیں گے۔ (رجال مبشران بالجنۃ، ص: ۳۹۔ ۴۔ سیرت احمد مجتبیٰ ۱ ۔ ۴)

حضـــــرت بلال ؓ کی آزادی

حضرت بلال ؓ پر سردارانِ قریش نے ظلم کی انتہا کر دی، مظالم کے یہ دل خراش منظر حضرت ابوبکر ؓ بھی دیکھتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ ایک مرتبہ جب حضرت ابوبکر ؓ کا گذر اس جگہ سے ہوا، جہاں محبِ رسول حضرت بلال ؓ کو لوگوں نے تماشائی بنا رکھا تھا تو آپ سے دیکھا نہ گیا، آپ ؓ نے امیہ سے کہا کہ: ان کو سزا مت دو، مگر دشمنِ خدا نے حضرت ابوبکر ؓ کی بات سُنی ان سنی کر دی اور حضرت بلال ؓ کو اسی حالت پر چھوڑے رکھا، تب حضرت ابوبکر ؓ نے امیہ سے دوبارہ وہی بات کہی۔ امیہ یہ بات سن کر بھڑک اٹھا کہ یہ میرا غلام ہے۔ میں اسے جو چاہوں کر سکتا ہوں، آپ کو اس میں کیا دخل ہے، اگر آپ کو اس غلام پر رحم آتا ہے تو آپ اس غلام کو خرید لیجیے۔ حضرت ابوبکر ؓ نے یہ سنتے ہی فوراً فرمایا بولو! اس

غلام کی کیا قیمت لوگے؟ امیہ نے اس کے بدلے میں اتنی بڑی قیمت کا مطالبہ کیا جو اس جیسے غلام سے دو چند سہ چند تھی، مگر حضرت ابوبکرؓ فوراً اس بڑی قیمت کے ادا کرنے پر راضی ہوگئے۔ اور اپنا غلام فسطاس اور ۴۰/ اوقیہ نقدی دے کر حضرت بلالؓ کو خرید لیا۔ سودا مکمل ہوجانے کے بعد امیہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر تم اس کالے کلوٹے خبیث غلام کے بدلے ایک اوقیہ بھی دے دیتے تو لات وعزیٰ کی قسم! میں اس کو بیچ دیتا۔ حضرت ابوبکر نے ایمان افروز جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر تم ان کی قیمت سو اوقیہ بھی لگاتے تو اللہ کی قسم! میں اس کو سو اوقیہ کے بدلے بھی ضرور خریدتا۔ (رجال مبشرون بالجنۃ، ص۔ ۲۲۰۔ تاریخ علام عاشقؒ، ص۔ ۹۹)

پھر حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ کی طرف لپکے اور سینے پر رکھی ہوئی چٹان ہٹائی، حضرت ابوبکرؓ نے محبت سے ان کو تھام لیا اور سہارا دیتے ہوئے دربار رسالت کی جانب چل پڑے۔

دونوں دربار رسالت میں پہنچے، حضرت ابوبکرؓ نے سارا حال کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے محبت بھری نگاہوں سے حضرت بلالؓ کو دیکھا اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ: اپنے ساتھ مجھے بھی اس کار خیر میں شریک کرلو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: حضور! میں نے بلال کو خرید کر اللہ کی خاطر آزاد کر دیا ہے۔

(رجال مبشرون بالجنۃ، ص ۲۲۹۔ طبقات ابن سعد ۳ ۲۵۔ قبول حق کے بعد صحابہ کرامؓ کی داستان عزیمت، ص: ۹۷، ۹۸)

آزادی کے بعد

حضرت بلالؓ کے لیے آزادی فوری طور پر رہائی کا باعث تو بن گئی، مگر زندگی ایک نئی آزمائش کی سختیوں سے لے کر ان کے سامنے آئی، جس آزادی کے وہ خواب دیکھا کرتے تھے اس کی قیمت ادا کرنا انہیں مشکل لگ رہا تھا۔ چوں کہ حضرت بلالؓ کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا، نہ پہننے کو کپڑے تھے نہ کھانے پینے کی چیزیں، نہ کوئی رشتہ دار تھا جس کا وہ سہارا لیتے، عین اسی موقع پر مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامنِ شفقت حضرت بلالؓ کی مدد کو آگے آیا، اور ان کے لیے کھانے، پینے اور رہنے کا انتظام ہوگیا۔ لیکن ظالم و جابر کافروں کا ظلم حد درجہ بڑھتا ہی گیا، اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے ستایا گیا اور اس وقت تو حد ہوگئی جب قریش نے آپ کا اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر کے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ اس وقت مسلمان زندہ رہنے کے لیے کچھ نوالوں کے بھی محتاج ہوگئے، بڑی مشکل سے جان و جسم کا رشتہ قائم رکھا گیا۔ ان تمام تکالیف میں حضرت بلالؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر شریک رہے۔ حضرت بلالؓ بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کفار کے طعنے اور گالیاں، بدتمیزیاں اور ظلم برداشت کرتے رہے، اس طرح ظلم کے ۱۳ سال گذر گئے۔ (قبولِ حق کے بعد صحابہ کی داستانِ عزیمت، ص: ۹۹، ۱۰۰)

ہجرتِ مدینہ

چناں چہ جب کفار کی سرمستیاں بڑھتی ہی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ

کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم فرمایا۔ یہ فرمان اگرچہ مسلمانوں کے لیے مشکل وقت سے چھٹکارے کی ایک نوید تھی، مگر اس میں بھی آزمائش کا ایک جہاں تھا۔ حضرت بلالؓ کے لیے اس میں دکھ و درد کی ایک سسک تھی، وہ یہ کہ آپؓ کا بچپن اسی مکہ کی گلیوں اور کوچوں میں پروان چڑھا تھا، مکہ اللہ کا گھر تھا، رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ پتہ نہیں یہاں سے جانے کے بعد یہ آنکھیں کب اس کا دیدار کریں گی۔ بلا شبہ یہ ایک بہت بڑا دکھ تھا، مگر اسلام کے جیالوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اسے برداشت کرنا بہت آسان و سہل تھا۔ ادھر ہجرت کا حکم آیا اور اُدھر مہاجرین یکے بعد دیگرے مدینہ پہنچنے لگے۔

حضرت بلالؓ ایک مرتبہ طواف کر کے گھر جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ملے۔ حضرت بلالؓ نے ان سے کہا بھائیو! اب تو مکہ میں رہنا مشکل ہو چکا ہے، بس آج کل میں روانہ ہو جاؤں گا۔ حضرت عمارؓ نے کہا: کیا آپ کچھ دن انتظار نہیں کر سکتے؟ آپؓ نے کہا کہ: انتظار کا کوئی فائدہ نہیں، جب رسول ﷺ نے حکم دے دیا تو انتظار کا ہے کا؟ ہاں بھائی! بہترین نیکی وہی ہے جو جلدی کر لی جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا فیصلہ سنایا کہ بلال! تم تیار ہو تو میں بھی تمہارے ہمراہ چلوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمارؓ بولے، ٹھیک ہے، تم دونوں تیار ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

تینوں نے مشورہ کر کے جگہ اور وقت مقرر کیا، اور وعدے کے مطابق تینوں مقررہ جگہ پہنچے اور بڑی خاموشی اور رازداری سے مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ دشوار گھاٹیوں اور پُر پیچ راہوں سے گذرتے ہوئے حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے اور حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے۔ (رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۲۳۰)

آپ بالکل ابتدائی ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے ہمارے یہاں حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ تشریف لائے، یہ دو حضرات ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، پھر اس کے بعد حضرت بلال، عمار اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہنچے۔

(رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۲۳۰)

مدینہ میں آپؓ کی بے قراری

مدینہ میں آپؓ عافیت کے ساتھ زندگی گزارنے لگے اور لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دینے اور تعلیماتِ نبوی بتلانے میں مصروف ہو گئے لیکن ہمیشہ زندگی میں ایک خلا سا محسوس ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بافیض سے محرومی کے سبب بے چینی اور اضطراب بڑھتا ہی جاتا۔ جب کچھ دن بعد حضرت عمرؓ ہجرت کر کے تشریف لائے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعافیت ہیں اور چند ہی دنوں میں ہجرت فرما کر مدینہ کو شرف بخشیں گے اس خوشخبری کا سننا تھا کہ تمام تر بے چینی کافور ہو گئی۔

اس کے بعد آپ کا یومیہ معمول بن گیا کہ دیگر صحابہؓ اور مدینہ والوں کے ساتھ صبح سویرے مکہ سے آنے والے راستے پر بیٹھ جاتے، اور دوپہر تک راستہ تکتے رہتے اور اگلے دن کی امید میں پھر لوٹ آتے، اسی انتظارِ شدید میں کئی دن گذر گئے۔ ایک دن جب کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی، راستہ پر بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ آفتاب کی شعاعوں نے قیامت ڈھادی۔ چناں چہ سارے لوگ گھر واپس لوٹ آئے، ابھی گھر پہنچے ہی تھے کہ اچانک کانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر پہنچی، چناں چہ آپ باہر نکلے اور دیوانہ وار اس راستہ کی طرف دوڑ پڑے اور دور ہی سے پہچان گئے اور زور سے پکارنے لگے: ''یہ لو! اللہ کے رسول آگئے''، ''یہ لو! اللہ کے رسول آگئے''، اور نعرہ لگا کر تیزی سے ان کی طرف دوڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔

(قبولِ حق کے بعد صحابہ کرامؓ کی داستانِ عزیمت، ص: ۵۲)

مواخاۃ

چند کمزور و نادار صحابہؓ کے علاوہ دیگر تمام صحابہؓ ہجرت کرکے مدینہ پہنچ چکے تھے، لیکن مہاجرین مکہ میں اپنا گھر بار، مال و متاع سب کچھ چھوڑ آئے تھے، مدینہ میں ان کے پاس نہ رہنے کو گھر تھا، نہ کمائی کا کوئی ذریعہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قدم رنجہ فرما کر سب سے پہلا جو کارنامہ انجام دیا وہ مواخاۃ والا عمل تھا۔ ہر ہر مہاجر صحابیؓ کو ایک ایک انصاری صحابیؓ کا بھائی قرار دیا گیا۔ چناں چہ حضرت

بلالؓ کو حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی کا دینی بھائی بنادیا۔ حضرت ابورویحہؓ نے اپنا نصف مکان اور نصف مال حضرت بلالؓ کے سپرد کردیا۔

(طبقات ابن سعد، مترجم ۳/ ۱۶۶، خیر البشر کے چالیس جاں نثار، ص:۴۹)

طبقات میں ایک دوسری روایت یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ کے درمیان مواخاۃ کروایا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مترجم ۳/ ۲۷۰)

لیکن عام اصحابِ سیر نے اول الذکر کو راجح قرار دیا اور دلائل و قرائن بھی یہی کہتے ہیں۔

پہلے مؤذّن

مدینہ میں مسلمان بے خوف وخطر عبادات میں مصروف رہتے، اب شعائرِ اسلام اور دینِ متین کی تدوین وتکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر کی گئی اور نمازِ پنجگانہ باجماعت علی الاعلان ادا کی جانے لگی۔

ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہؓ حاضر ہوئے جن کی فجر کی نماز فوت ہوگئی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں کہ نماز کے لیے ہم تمام اکٹھے ہوجائیں؛ تاکہ جماعت سے محرومی نہ ہو۔ چناں چہ مشورہ کیا گیا، کسی نے کہا: ناقوس بجایا جائے، کسی نے کہا کہ آگ جلائی جائے، مگر ان سب میں

غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا تھا، اس لیے ان کو رد کر دیا گیا، جب کوئی مناسب رائے سامنے نہ آئی تو مشورہ کو موقوف کر دیا گیا۔

دوسرے دن حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ نے خواب دیکھا جس میں اذان کا طریقہ بتلایا گیا۔ آپؓ نے حضور ﷺ کے سامنے پورا خواب بیان کیا، آپ ﷺ اس خواب سے بہت خوش ہوئے، اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ: اے بلال! کھڑے ہو جاؤ اور اس خواب کو سچ کر دکھاؤ۔ اور حضرت عبداللہؓ کو حکم فرمایا کہ تم بلال کے قریب کھڑے ہو جاؤ، اور آہستہ آواز سے اذان کے کلمات کہتے جاؤ اور بلال ان کو بلند آواز سے دہراتے جائیں؛ کیوں کہ بلال فطرتاً رفیع الصوت واقع ہوئے ہیں۔

انسانوں کو خداوندِ قدوس کی بارگاہ میں بلانے کے لیے اس کائنات میں پہلی بار توحیدِ الٰہی کا شیریں بلاوا حضرت بلالؓ کی پُرکیف آواز سے بلند ہوا، پھر تو کیا تھا! مدینہ میں ایک سماں بندھ گیا، توحید کے متوالے بے چین ہو گئے۔ پھر تو یہ اذان ہر نماز کا حصہ بن گئی اور یہ سعادت حضرت بلالؓ کو حاصل ہوئی کہ آپ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سفر ہو یا حضر ہر موقع پر مؤذنِ خاص رہے۔

(اصحابِ رسول، ص: ۹۴؛ سیر الصحابہ ۲/ ۲۰۹)

غزوات میں شرکت

مکہ میں مسلمانوں نے بہ حکمِ خدا ظلم و ستم برداشت کرتے ہوئے زندگی

بسر کی، لیکن مدینہ پہنچ کر ان کو تقویت ملی اور تمام لوگوں نے حضور ﷺ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔

اُدھر مکہ والے لوگوں کو یہ کہتے پھرتے تھے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان ہمارے باغی ہو گئے ہیں ہم ان کو بہت جلد مکہ واپس لے آئیں گے اور موقع بے موقع سازشیں و ریشہ دوانیاں کرتے، چنانچہ ان ظالم و جابر کفار کا غرور توڑنے کے لیے ۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم نازل فرمایا۔

جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد سب سے پہلا فیصلہ کن معرکہ جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوا، وہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مختصراً پس منظر یہ ہے کہ مسلمانوں کو کسی طرح پتہ چلا کہ کفارِ قریش کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ سے ہوتا ہوا مکہ کو جانے والا ہے، تو مسلمان ان کے تعاقب کے لیے نکلے، مگر جلد ہی سب کو معلوم ہو گیا کہ ہمارا مقابلہ قافلے سے نہیں، بلکہ ایک لشکر سے ہونے والا ہے۔ آپ ﷺ ۳۱۳/ صحابہؓ کو لے کر ان کے مقابلے کے لیے نکلے تھے جن میں حضرت بلالؓ بھی تھے، وہی بلال جن پر مکہ میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تھے آج وہ انتقام کے لیے بے تاب تھے، بالآخر اسلامی شیروں نے کفار پر پُر جوش حملہ کیا۔ اس موقع پر حضرت بلالؓ نے ایک کافر ”زید بن ملیص“ کو موت کے گھاٹ اتارا جو عمیر بن ہاشم العبدری کا غلام تھا۔ (فرسان النہار، ۲ ۳۹)

سامنے ایک ہزار کا لشکر تھا اور ادھر ۳۱۳/ نہتے مسلمان، لیکن اللہ تعالیٰ کی

مدد و نصرت شامل حال رہی اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا، ستر مشرکین مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

جس وقت بھاگتے ہوئے کافروں کو مسلمانوں نے گرفتار کرنا شروع کیا تو حضرت بلالؓ کی نگاہیں امیہ کو ڈھونڈ رہی تھیں، جو اپنے آپ کو بچانے کی خاطر دیوانہ وار بھاگ رہا تھا۔ بالآخر اس نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا قیدی بننا پسند کیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ امیہ کو قیدی بنا کر لے جا رہے تھے کہ اچانک حضرت بلالؓ کی نظر اس پر پڑی تو ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دل میں انتقام کا جوش اٹھا، حضرت بلالؓ نے امیہ پر حملہ کیا؛ لیکن حضرت عبدالرحمنؓ ان کے وار کو بچاتے رہے، اور کہا، یہ میرا قیدی بن چکا ہے، اس کو چھوڑ دو۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا۔ آج، امیہ بچ گیا تو میری موت ہی ہے اور برابر حملہ کی کوشش کرتے رہے، جب کچھ بن نہ پڑا تو آواز لگائی کہ: اسلام کا دشمن امیہ یہاں ہے۔ کچھ صحابہؓ امیہ کی طرف بڑھے اور تمام نے مل کر حملہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن کو اپنی زبان کا پاس تھا وہ اپنے قیدی کو لپٹ گئے، مگر حضرت بلالؓ نے ایک انصاری سے نیزہ لیا اور موقع پا کر اس کے جسم کو زخمی کر دیا۔ امیہ کا بیٹا بھی قید میں تھا وہ حضرت عبدالرحمن کی اوٹ سے نکل کر بھاگا، ایک انصاری صحابیؓ نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ امیہ یہ دیکھ کر واویلا مچانے لگا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے امیہ سے کہا، اب تم خود ہی اپنی حفاظت کرو، میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ امیہ بھاگنے لگا، حضرت

بلالؓ نے اس کا پیچھا کیا۔ اپنے غلام کو تکلیف دینے والا، اسے تڑپتا دیکھ کر خوش ہونے والا اور بے رحمی سے زنجیریں مارنے والا سردار آگے آگے بھاگ رہا تھا اور حضرت بلالؓ اس کی موت بن کر قریب سے قریب تر ہو رہے تھے۔ جب فاصلہ کم ہوا تو اپنا نیزہ سیدھا کیا اور ایسا زوردار حملہ کیا کہ امیہ کی کمر میں گڑ گیا، امیہ زخم کی تاب نہ لا کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا، اور سیدھا جہنم رسید ہو گیا۔

(رجال مبشرون بالجنۃ ص: ۲۳۵، ۲۳۶، اصحاب رسول ۳۹۵، ۳۹۶)

بعض روایات میں امیہ کے قتل کا واقعہ کچھ یوں نقل کیا گیا ہے:

ابوجہل کے قتل کے بعد مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے، حضور ﷺ کا حکم ہوا کہ بھگوڑوں کا تعاقب کرو اور قیدی بناؤ، ہر مجاہد اپنے مقتول کا اسلحہ اتار لے۔ اسی موقع سے حضرت عبدالرحمن بن عوف زرہیں جمع کر رہے تھے کہ کسی نے آواز دی 'یا عبدِ عمرو'، جواب نہ پا کر کہا، یا عبدِ الٰہ! تمہیں کچھ میرا بھی خیال ہے؟ میں زرہوں سے بہتر ہوں، کیا تمہیں دودھ کی ضرورت نہیں؟ آپ نے پلٹ کر دیکھا تو ان کا پرانا دوست امیہ بن خلف تھا۔ یہ سردارِ قریش دودھ دیتی گائے سے کم نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے بڑھ کر اس کا اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا، تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ دونوں ان کے اسیر ہیں۔ اتنے میں حضرت بلالؓ کی نظر پڑ گئی، وہ چیخ اٹھے اے لوگو! یہ رأس الکفر امیہ ہے، آج اگر اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل پھر مجھے مصیبت میں ڈال دے گا۔

حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا: بلال! یہ میرے قیدی ہیں، جواب دیا: یہ بچ تو میں بچ نہ سکوں گا۔ حضرت بلالؓ کی آواز سن کر انصار مدد کے لیے ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ حضرت عبدالرحمنؓ دونوں قیدیوں کو لے کر بھاگے، جب انصار قریب پہنچ گئے تو حضرت عبدالرحمنؓ نے امیہ کے بیٹے علی کو چھوڑ دیا کہ وہ خود اپنا دفاع کرے۔ اور خود امیہ کو لے کر آگے کی طرف بھاگے۔ انصار نے اسے تہہ تیغ کر دیا اور دوبارہ امیہ کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ امیہ قدرے موٹا تھا، اس سے ٹھیک ٹھاک دوڑا نہیں جا سکتا تھا، جب یہ حضرات بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت عبدالرحمنؓ کو ایک تدبیر سوجھی، آپؓ نے امیہ سے کہا: اب تجھے بچانا بڑا مشکل ہے، تو زمین پر لیٹ جا اور خود اس کے اوپر پڑ گئے' تاکہ اسے بچا سکیں۔ انصار نے جب اوپر حضرت عبدالرحمنؓ کو لیٹا ہوا پایا تو ان کے نیچے سے تلواریں بھونکیں اور امیہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ بلال کا بھلا کرے ان کی وجہ سے میری زرہیں بھی گئیں اور قیدی بھی۔

(رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۳۳۵۔ سیرت احمد مجتبیٰ ۲ ۲۳۲)

غزوۂ احد اور دیگر غزوات میں آپ کی شرکت

بدر کے بعد غزوۂ احد پیش آیا، غزوۂ احد کے مشکل حالات میں جن صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اپنے حصار میں لے لیا اور کافروں کے حملوں سے آپ کی حفاظت کی، ان میں حضرت بلالؓ بھی تھے، جو آخیر وقت تک حضور ﷺ کی

مدافعت کرتے رہے۔

چناں چہ احد کے موقع سے جس وقت مکہ کے مشہور شمشیر زن عبداللہ بن قُمیہ نے آپ ﷺ پر حملہ کیا، حضرت بلال ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اس دشمنِ اسلام پر اپنے آپ کو قوت سے پھینکا، پھر ہم سب آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ہم کل بارہ آدمی تھے، اور ہماری تلواریں خار پشت کے کانٹوں کی طرح اٹھی ہوئی تھیں۔

اسی طرح غزوۂ بنی قریظہ میں آپ اپنے بھائی خالد کے ساتھ پوری جوانمردی اور دلیری کے ساتھ شریک ہوئے۔ اسی طرح خندق میں بھی آپ نے تن دہی سے خندق کھودی۔ (حضرت بلال ؓ کے سو قصے، ص: ۷۳)

فتحِ مکہ

شرائطِ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرنے پر ۸ ھ میں فتحِ مکہ کا واقعہ پیش آیا، مسلمان لشکرِ جرار کی شکل میں مکہ والوں پر حملہ آور ہوئے اور مکہ کی مغرور اور اکڑی گردن والوں میں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ ان کا راستہ روک سکے۔

اور پھر وہ دن آ گیا کہ چشمِ فلک حیران تھی اور دنیا والے استعجاب کے سمندر میں غوطہ زن تھے، حضرت بلال ؓ اور تمام صحابہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے، حضور ﷺ نے سواری پر بیٹھ کر سات مرتبہ طواف کیا، پھر کعبۃ اللہ کے دروازے کو مقفل پا کر حضرت بلال ؓ

کو حکم فرمایا۔ عثمان بن طلحہ کو تلاش کرو اور ان سے کعبۃ اللہ کی چابی طلب کرو۔ عثمان بن طلحہ خاموشی کے ساتھ چابی لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوا، پھر جب دروازہ کھولا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ کعبۃ اللہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پیچھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، بیت اللہ کو بتوں کی گندگیوں سے پاک کیا۔

پھر جب نمازِ ظہر کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ بامِ کعبہ پر چڑھ کر نعرۂ توحید بلند کرے۔ چناں چہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور اپنی شیریں آواز سے پورے مکہ کو توحیدِ الٰہی اور رسالتِ نبوی کا پیغام سنایا۔ (اصحاب الرسول، ص: ۳۹۶، ۳۹۰۔ صور من حیاۃ الصحابہ، ص: ۳۲۱)

مشرکین نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ پر دیکھا تو بولے اس حبشی غلام کو دیکھو! کہاں پہنچا ہے؟ اُس وقت قریش کے بڑے بڑے سردار مسجدِ حرام میں موجود تھے، لیکن کسی میں دم مارنے کی جرأت نہ تھی۔ حطیمِ کعبہ میں ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اُسید اور حارث بن ہشام جیسے ذی مرتبت لوگ بیٹھے تھے، اتنے میں اذانِ بلالی سن کر عتاب نے کہا: خدا نے میرے باپ اسید کی لاج رکھ لی کہ اس آواز کو سننے کے لیے دنیا میں باقی نہ رکھا۔ حارث بولا اگر حق یہی ہے تو اسے مان لے۔ ابوسفیان نے کہا: بہ خدا! میں کچھ نہیں بولوں گا، کچھ کہوں گا تو یہ کنکریاں بھی

محمد کو خبر دیں گی۔ کچھ دیر بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: جو کچھ تم نے کہا مجھے اس کا علم ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ہر ایک کی بات دہرائی، تینوں انگشت بدنداں ہو گئے، اب تو حق کھلے ہوئے انداز میں ان کے سامنے آ گیا، اسی وقت عتاب اور حارث نے کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا بیشک آپ کی ذات مہبطِ وحی ہے، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (سیرت احمد مجتبیٰ ۳ ۲۲۹)

غرض یہ کہ آپ تمام غزوات و سرایا میں شریک رہے، اور ہمیشہ جاں بازی اور دلیری کا ثبوت دیا۔

دیگر خدمات

حضرت بلالؓ سرکارِ دو عالم ﷺ کے خزانچی اور مالی معاملات کے نگراں بھی تھے۔ چناں چہ اس پہلو سے بھی آپ کو بہت کچھ سیکھنے ملا، دنیا سے بے رغبتی، دشمن سے حسنِ سلوک اور ملامت کے لیے طریقۂ کار وغیرہ بہت سے امور ہیں جس کی آپ ﷺ نے آپؓ کو خصوصی طور پر تعلیم دی۔ اس کی کچھ جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

صدقے کی ترغیب

مالِ غنیمت کا خُمس یعنی پانچواں حصہ بہ حکمِ الٰہی اللہ کے رسول کے لیے مختص تھا، اس خُمس کے محافظ حضرت بلالؓ تھے۔ ایک مرتبہ خُمس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: سارا مال حقداروں میں تقسیم کر دیں۔ چناں چہ حضرت بلالؓ

نے ایسا ہی کیا، سوائے ایک بوری کھجوروں کے سارا مال فقرائے مدینہ پر تقسیم کر دیا۔ دوسرے دن حضور ﷺ نے خمس کے متعلق دریافت فرمایا تو آپؓ نے کہا کہ سب کچھ تقسیم کر دیا ہے، صرف ایک بوری کھجوروں کی مہمانوں کے لیے رکھی ہے۔ حضور ﷺ نے فہمائش کرتے ہوئے فرمایا، بلال! جہنم کی آگ سے ڈرو، مال خرچ کرتے رہا کرو، عرش والے سے کبھی کسی کی کا اندیشہ نہ کرو۔ حضرت بلالؓ نے حضور ﷺ کا یہ فرمان ہمیشہ کے لیے پلّے باندھ لیا اور زندگی بھر کا اصول بنا دیا کہ جو کچھ مال آئے اسے راہ خدا میں لٹا دو، عرش والا اور دے گا۔

(حیاۃ الصحابہ ۲ ۱۹۳ بحوالہ حضرت بلالؓ کے سو قصے۔ ۳۸)

آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح میری اذان لوگوں کے دل ودماغ میں گونجتی ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ میرے دل ودماغ میں ہمیشہ گونجتے رہیں گے، فرمایا بلال! فقیر ہو کر مرنا نہ کہ غنی ہو کر، عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسے ممکن ہے؟ ارشاد ہوا، جو رزق ملے اسے چھپا کر نہ رکھنا اور جو کچھ تم سے مانگا جائے اسے روک کر نہ رکھنا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسے ممکن ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا تو یہ چیز ہوگی یا آگ۔

حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کے لیے ایک مشرک سے قرض

حضرت بلالؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ: حضور ﷺ کے پاس کچھ

جمع تو رہتا ہی نہیں تھا، یہ خدمت میرے سپرد تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور ﷺ مجھے ارشاد فرما دیتے، میں کہیں سے قرض لے کر اس کو کھانا کھلا دیتا، کوئی ننگا آتا تو مجھے ارشاد فرما دیتے، میں کسی سے قرض لے کر اس کو کپڑا پہنا دیتا۔ یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا، اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر، جب ضرورت ہوا کرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے کہا: اس سے بہتر کیا ہوگا۔ اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشادِ عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشادِ عالی کی تکمیل کر دیتا۔

ایک مرتبہ میں وضو کر کے اذان کہنے کے لیے کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا او حبشی! میں اُدھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشہ گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ: مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں، میں نے کہا: قریب ختم کے ہے، کہنے لگا کہ: چار دن باقی ہیں، اگر مہینہ ختم ہونے تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضے میں غلام بناؤں گا، تو اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیے تھا وہی گذرا۔ تمام دن رنج وصدمہ سوار رہا، عشا کی نماز کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے کا فوری انتظام ہے اور نہ

کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں، وہ ذلیل کرے گا، اس لیے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہونے تک کہیں روپوش ہو جاؤں، جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آ جائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا، تلوار لی، ڈھال اٹھائی، جوتا اٹھایا، یہی سامانِ سفر تھا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا رہا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضور کی خدمت میں جلدی چلو، میں حاضرِ خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں -جن پر سامان لدا ہوا تھا- بیٹھی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بے باقی کا انتظام فرما دیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی، فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لے کر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور قدس ﷺ اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ حضور! اللہ کا شکر ہے، حق تعالیٰ نے سارے قرضے سے آپ کو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی بھی چیز قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے؛ تاکہ مجھے راحت ہو جائے، میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا؛ جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشا کی نماز سے فراغت پر حضور ﷺ نے

دریافت فرمایا کہ: وہ بچا ہوا مال تقسیم ہوگیا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ: کچھ موجود ہے، ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضور ﷺ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشا کے بعد پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہو جی! کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ تب حضور ﷺ نے اللہ جل شانہ کی حمد وثنا فرمائی۔ حضور ﷺ کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپ ﷺ کی ملک میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے۔ (فضائل اعمال ۱، ۵۳)

خرید وفروخت کی تعلیم

حضرت بلالؓ افلاس وناداری کے باوجود جو کچھ میسر آتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضیافت کے لیے پس انداز کرتے۔ ایک دفعہ برنی کھجوریں جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں آنحضور ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ ﷺ نے تعجب سے پوچھا، بلال! یہ کہاں سے لائے؟ عرض کیا کہ، میرے پاس جو کھجوریں تھیں وہ نہایت رڈی اور خراب قسم کی تھیں، چوں کہ مجھے حضور کی خدمت میں اسے پیش کرنا تھا، اس لیے میں نے دو صاع رڈی دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں حاصل کیں۔ ارشاد ہوا "اف، اف! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین ربا ہے، اگر تمہیں خریدنا ہی تھا تو پہلے اپنی رڈی کھجوروں کو فروخت کرتے، پھر اس کی قیمت سے اس عمدہ کو خرید لیتے۔ (سیر الصحابہ ۲، ۲۰۳)

عصائی خدمت اور چندے کے ناظم

حضرت بلالؓ زمانہ رسالت میں چندے اور اس کی تقسیم کے بھی ناظم تھے۔ طبقات کا بیان ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کو تین عصے بھیجے تھے، ایک تو نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے رکھ لیا، دوسرا حضرت علی بن ابی طالب اور تیسرا حضرت عمر فاروقؓ کو عنایت فرمایا۔ حضرت بلالؓ اسی عصا کو لے کر عیدین میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چلتے تھے جو آپ ﷺ نے اپنے لیے رکھ چھوڑا تھا، یہاں تک کہ وہ عیدگاہ میں آ جاتے اور اسے آپ کے آگے گاڑ دیتے آپ اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (طبقات ابن سعد مترجم ۳، ۲۷۱)

عیدین ہی کے موقع سے وہ قصہ پیش آیا جس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے عید الفطر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی پڑھی اور سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عثمان کے ساتھ بھی پڑھی، یہ سب حضرات پہلے نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ میں گویا اس وقت بھی چشمِ تصور سے یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ منبر سے اتر رہے ہیں اور اپنے دستِ مبارک سے لوگوں کو ہٹا رہے ہیں اور صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے گروہ تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ حضرت بلالؓ کی معیت میں ہیں، آپ نے عورتوں کے پاس جا کر سورۂ ممتحنہ کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا الخ۔ اے نبی!

جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ تو آپ ان کی بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: کیا تم اس عہد پر قائم ہو؟ اس کے جواب میں ایک عورت نے جس کو آپ نے اس وقت شناخت نہیں فرمایا تھا۔ یہ کہا: یا رسول اللہ! ہم اس پر قائم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر صدقہ دو۔ سیدنا بلالؓ نے کپڑا بچھا دیا اور کہنا شروع کیا: میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوں لاؤ۔

عورتوں نے حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بغیر نگینے کی بڑی اور معمولی انگوٹھیاں ڈالنی شروع کیں۔ (بخاری، رقم: ۹۷۹، ۱۳۳۳)

وصالِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ ایام پہلے

۱۱ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت بڑھ گئی تھی اس وقت حضرت بلالؓ برابر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فجر کی نماز کے وقت بیدار فرماتے۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا، مگر بیماری کی وجہ سے بدن

نڈھال ہو چکا تھا، دردِ سر کی بھی شکایت تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: تم میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھو، کہیں بخار تو نہیں؟ میں نے کہا: پیشانی گرم ہے، آپ آرام فرمائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے مسجد جانے پر اصرار فرمایا، چلنے لگے تو ضعف ونقاہت کی وجہ سے قدم لڑکھڑانے لگے، میرا بازو تھام لیا، میں انہیں اپنے ساتھ لے کر چلنے لگا۔ چلتے چلتے اچانک رکے اور فرمانے لگے: بلال! تمہیں یاد ہے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اس دن بھی ہم ایسے ہی چل رہے تھے، لیکن اس دن میں نے تمہیں سہارا دیا تھا۔ یہ کہہ کر ہنس پڑے، میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا: بائیس سال پہلے کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! انہیں کل کی بات ہے۔ (حضرت بلال کے سو قصے، ص: ۱۰۳)

آخری دیدارِ حبیب ﷺ

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جب آپ ﷺ نے گہری تاریکی میں جانے کا ارادہ کیا، میں اور حضرت علیؓ ساتھ ہو گئے کہ نقاہت کی وجہ سے گر نہ پڑیں، مگر ہم نے دیکھا کہ ان کے قدم مضبوطی سے پڑ رہے تھے، چلتے چلتے قبروں تک پہنچ گئے اور بلند آواز سے فرمانے لگے: اے قبر کے رہنے والو! تمہیں سلام! خوشی مناؤ، تم زندہ لوگوں سے بہتر ہو، جو صبح تمہیں جگاتی ہے وہ اس صبح سے بہتر ہے جو زندہ لوگوں کو جگاتی ہے۔

گہری تاریکی کی وجہ سے روئے مبارک نظر نہیں آ رہا تھا، مگر آپ کے

کلمات کا ایک ایک حرف میرے دل پر نقش ہے۔ جنت البقیع سے واپس آئے تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ گھر کی کتنی رقم ہے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''سات درہم'' حضور ﷺ نے فرمایا انہیں بھی خیرات کردو، میں اس رقم کے ساتھ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ صرف ایک بار مسجد تشریف لائے، میرے لیے یہ ان کا آخری دیدار تھا، صرف چند گھنٹوں کی زندگی باقی تھی، حضرت انسؓ - جو آپ کے قریب کھڑے تھے- فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ کا چہرہ اتنا حسین نہیں دیکھا، آپ کا چہرہ دمک رہا تھا، بہت آہستہ آہستہ کلام فرمارہے تھے: ''اگر میری وجہ سے کسی کو کوئی دکھ پہنچا ہو تو وہ مجھے معاف کردے، قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے، اسے سینے سے لگا کر رکھنا''۔ جب آپ کو سہارا دے کر اٹھایا گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور فرمایا میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں؛ لیکن یاد رکھنا تمہیں میرے پیچھے آنا ہے۔ (حضرت بلال کے سو قصے، ص: ۱۰۶، ۱۰۷)

وصالِ حبیب کے بعد پہلی اذان

۱۲؍ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے دن وصالِ حبیب ﷺ کا روح فرسا اور جاں گداز واقعہ پیش آیا، حضرت بلالؓ پر اس کا جس قدر صدمہ ہوا وہ ظاہر ہے، والضحیٰ کا وہ چہرۂ انور جو دل کے لیے سکون کا باعث تھا اور واللیل کی وہ زلفیں جو آنکھوں کو سرور بخشتی تھیں، اور وہ ذات جس کی ایک مسکراہٹ زمانے بھر کے غموں سے

بے نیاز کیے دیتی تھی؛ اب نہیں رہی، ظلم و الم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، زندگی کا سب سے کاری زخم لگا، ایسے زخم جس کے گھاؤ کبھی نہ بھرنے تھے، حتیٰ کہ خوبصورت اذان پر بھی اس کا بڑا گہرا اثر پڑا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ کا جنازہ ہمارے گھر میں رکھا ہوا تھا، ہم سب ازواجِ مطہرات رو رہی تھیں اور اس رات بالکل نہ سوئی تھیں، ہم آپ کو چارپائی پر دیکھ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں، یہاں تک کہ آخرِ شب میں حضور ﷺ کو دفن کر دیا گیا، اور قبر پر مٹی ڈالنے کے لیے ہم نے پھاوڑوں کے چلنے کی آواز سنی، تو ہماری بھی چیخ نکل گئی اور مسجد والوں کی بھی، اور سارا مدینہ اس چیخ سے گونج اٹھا، اس کے بعد حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی، جب انہوں نے اذان میں حضور ﷺ کا نام لیا یعنی "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہا تو ہم سب زور زور سے رو پڑے اور اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا۔

(سیرۃ النبی ۵ / ۲ ، بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے: ۸۰)

صدمۂ فراقِ حبیب ﷺ

حضور ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے خاموش بیٹھے روتے رہتے، حضور ﷺ کی مفارقت کا ایسا صدمہ ہوا کہ پاؤں میں چلنے کی سکت نہ رہی، سراپا مجسمۂ غم بن کر رہ گئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان کو اذان کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اذان

دینے سے انکار کر دیا، اور فرمایا کہ اب میں کبھی اذان نہ دوں گا؛ کیوں کہ اب دل میں وہ سکت اور ہمت نہیں رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی اتنی اونچی آواز سے لے سکوں، پہلے تو وہ سامنے نظر آتے تھے لیکن اب انہیں کہاں ڈھونڈوں!! یہ کہنا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑا، جب صحابہؓ نے دیکھا تو وہ بھی زار و قطار رو پڑے، پھر صحابہؓ نے حضرت ابو محذورہؓ سے اذان کے لیے کہا، چناں چہ انہوں نے اذان دی۔ حضرت بلالؓ اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔

ایک طوفانِ طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں حشر برپا کر کے

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا بلالؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں اکثر افسردہ اور غمگین رہتے تھے، آپ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے" لوگو! تم نے کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، اگر دیکھا ہے تو مجھے پتہ بتادو"۔

ہر ظرف نہیں ہے اس قابل، بن جائے غمِ جاناں کا امیں
سینے سے لگا لو دیوانو! یہ درد بہ مشکل ملتا ہے

(سیدنا بلال، حکیم محمود ظفر ص:۸۹۔ بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے، ص:۸۰)

دورِ صدیقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد آپؓ کی زندگی اچاٹ ہو چکی تھی، مدینہ کے در و دیوار، شجر و حجر اور وہاں کے باسی ہر کوئی نظر آ رہا تھا؛ لیکن وہ محبوب نظر نہیں آ رہا تھا جس نے "یثرب" کو "مدینۃ النبی" بنا دیا تھا، چناں

چہ آپ نے طے کرلیا کہ مدینہ سے باہر شام جا کر جہاد میں زندگی گزاروں گا۔

ایک روز حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، مجھے آپ نے خرید کر اللہ کے لیے آزاد کیا تھا یا اپنے لیے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بلال! میں نے تم کو اللہ کے لیے آزاد کیا تھا“۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ”میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومن کا اصل عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے“۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، بلال! تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا: میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں شام جا کر تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، تم جانتے ہو کہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں، اور میری رحلت کا وقت قریب ہے، لہٰذا تم میری خاطر مدینہ میں رہو، مجھے اس عالمِ پیری میں اپنی رفاقت سے محروم نہ کرو۔

حضرت ابوبکرؓ مزاج شناس تھے وہ جانتے تھے کہ حضرت بلالؓ مدینہ کیوں چھوڑنا چاہتے ہیں؟ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ تھا، لہٰذا انہوں نے حضرت بلالؓ سے مدینہ ہی میں رہنے کی درخواست کی، حضرت ابوبکرؓ کے احسان اور ان کی شفقتوں کا خیال کر کے آپ نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ موقوف کر دیا، تاہم اذان نہ دینے کا عہد کرلیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ٹھیک ہے، آپ اگرچہ اذان نہ دیجیے گا؛ مگر یہیں فروکش رہیے۔

چناں چہ حضرت بلال ؓ عہدِ صدیقی میں مدینہ ہی میں رہے، اکثر حضرت ابوبکر ؓ کی خدمت میں حاضر رہتے، حضرت ابوبکر ؓ بھی آپ ؓ کا بہت خیال فرماتے اور آپ ؓ بھی حضرت ابوبکر ؓ کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اکثر دیکھا گیا کہ حضرت ابوبکر ؓ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ ؓ اپنا نیزہ لیے آگے آگے بطورِ خادم اسی طرح موجود ہیں جیسے حضور ﷺ کے عہد میں رہا کرتے تھے؛ تا آں کہ حضرت ابوبکر ؓ کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابوبکر ؓ کی وفات آپ ؓ کے لیے دوسرا بڑا غم تھا، ایک محسن کے چلے جانے کا غم ہلکا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرا بھی چل بسا، اب تو مدینہ میں رہ کر صبر کا دامن تھامے رکھنا دوچند اور بڑا مشکل ہوگیا۔ (رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۳۳۳ - ۳۳۳)

عہدِ فاروقی

جب حضرت ابوبکر ؓ کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد حضرت عمر ؓ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو حضرت بلال ؓ نے حضرت عمر ؓ سے پھر وہی درخواست کی کہ میں جہاد کے مقدس عمل کے لیے شام جانا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر ؓ آپ کا بہت احترام فرماتے، آپ کو اپنا آقا و سردار کہتے۔ اسی احترام کی وجہ سے آپ ؓ نے حضرت بلال ؓ سے کہا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر اپنی صحبت سے ہمیں محروم نہ فرمائیے؛ لیکن حضرت بلال ؓ جانے کے لیے مُصر رہے، بالآخر حضرت عمر ؓ نے شام جانے کی اجازت دے دی۔ وظیفے کے متعلق پوچھا کہ آپ کا وظیفہ کس کو دیا جائے؟ تو آپ ؓ نے

کہا کہ: میرے اسلامی بھائی ابورویحہ کو میرے حصے کا وظیفہ دے دیا جائے، جس اخوت کو اللہ کے رسول ﷺ نے میرے اور ان کے درمیان قائم کیا تھا، میں اس کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا۔ (رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۱۳۳، خیر البشر کے چالیس جاں نثار، ص: ۴۹)

بیت المقدس میں حضرت بلالؓ کی اذان

چناں چہ حضرت عمرؓ کی اجازت سے شام روانہ ہو گئے، اور جہاد میں شریک ہونے لگے، شام کی فتح کے بعد وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع سے آپ بھی وہاں حاضر تھے، صحابہؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ اس تاریخی موقع سے حضرت بلالؓ سے اذان کی درخواست کی جائے، ان کی اذان سنے مدت ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کی تمنا پر حضرت عمرؓ نے آپؓ کو بلایا اور فرمایا بلال! اصحاب رسول آپ کی اذان سننے کے خواہاں ہیں، حضرت بلالؓ نے کہا۔ میں عزم کر چکا ہوں کہ حبیب ﷺ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دوں گا، لیکن آج محض آپ کے ارشاد کی تعمیل کے خاطر اذان دینے کی کوشش کرتا ہوں۔

ادھر حضرت بلالؓ نے اذان دینا شروع کی اور اُدھر صحابہ کی آنکھوں کے سامنے عہدِ رسالت آ گیا، ہر کسی پر رقت طاری ہو گئی، ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کی صدا سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ''اشہد أن لا إلہ إلا اللہ'' کی آواز گونجی تو آنسو بہہ پڑے، ہر کسی کی حالت بدلے جا رہی تھی۔ اور جب ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' کہا تو رونے کی وجہ سے ایک شور برپا ہو گیا، قریب تھا کہ

لوگوں کے دل پھٹ پڑتے۔ حضرت بلالؓ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی، حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ روتے روتے بے تاب ہوگئے، اور ان سب سے زیادہ حضرت عمرؓ رو رہے تھے، یہاں تک کہ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت بلالؓ خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی خوب رلایا۔ حضرت بلالؓ نے چاہا کہ ادھوری ہی اذان ختم کردیں، لیکن پھر بالآخر ہمت کرکے اذان مکمل کردی، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی۔ (رجال مبشروں بالجنۃ، ص ۳۳۵)

محبوب ﷺ کا دیدار اور حضرت بلالؓ کی آخری اذان

جس زمانے میں حضرت بلالؓ شام ہی میں مقیم تھے، ایک روز آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں، ''بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے پاس اتنا بھی وقت نہیں کہ ہماری زیارت کرو''۔ اس خواب نے حضرت بلالؓ کو تڑپا کر رکھ دیا، اس خواب سے عشق ومحبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہوگئے۔ اُسی وقت اٹھ کر مدینۂ طیبہ کی راہ لی، افتاں وخیزاں روضۂ اقدس پر حاضری دی اور مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، روضے سے ہٹ کر دیکھا تو لوگوں کو ملاقات کے لیے منتظر پایا، حاضرین سے ملاقات کرتے رہے، حالیکہ آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا، مضطربانہ جوشِ محبت کے ساتھ مدینے کے لوگوں اور خصوصی طور پر جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنے سینے سے چمٹا چمٹا کر پیار کرتے رہے۔

مدینہ کے لوگوں کی شدید تمنا تھی کہ آج اتفاقاً بلال تشریف لائے ہیں، ایک اذان تو ضرور ہونی چاہیے، تاکہ زمانہ رسالت کی کچھ یادیں تازہ ہوجائیں، لیکن کسی کو درخواست کرنے کی ہمت نہ ہوئی، آخر حضرت حسن وحسینؓ نے درخواست کی کہ: چچا جان! آج صبح کی اذان آپ دیں۔ اگرچہ آپؓ اذان نہ دینے کا ارادہ فرما چکے تھے، لیکن شہزادوں کی درخواست کہاں ٹالی جاسکتی تھی، صبح کے وقت بلند جگہ کھڑے ہوکر جونہی "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی صدا بلند کی تو پورا مدینہ گونج اٹھا، "أشھد أن لا إلہ إلا اللہ" نے اس کو اور بھی رقت آمیز بنادیا اور جب "أشھد أن محمداً رسول اللہ" کہا تو عورتیں تک بے قرار ہوکر گھروں سے نکل پڑیں، تمام عاشقانِ رسول کے رخسار آنسوؤں سے تر ہوگئے۔

مدینہ میں ایسا پراثر منظر کبھی دیکھنے کو نہ ملا، لوگوں کی آنکھوں کے آگے سرکارِ دوعالم ﷺ کا زمانہ گھوم گیا، کہنے لگے شاید آپ ﷺ پھر مبعوث ہوگئے ہیں کتب تاریخ میں ہے کہ جس قدر اہلِ مدینہ اس وقت روئے رسول ﷺ کی وفات کے بعد اس سے زیادہ کبھی نہیں روئے۔ (رجال مبشرین بالجنۃ، ص۲۳۵)

سفرِ آخرت

حضرت بلالؓ کی زندگی میں مختلف موڑ آئے، اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے بھی انجام دیے؛ لیکن اب وفات کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا، وفات کے وقت آپ کی زبان پر آقا ﷺ اور آپ کے اصحاب سے

ملاقات کی خوشی کی بنا پر یہ کلمات جاری تھے:

غداً نلقى الأحبة محمداً وحزبه

"کل ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے"۔

جب آپؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپؓ کی اہلیہ محترمہ "واویلاہ اور واحزناہ" کہہ رہی تھیں، مطلب یہ ہے کہ ہائے میرے غم کا کوئی ٹھکانہ نہیں، لیکن آپؓ خوشی سے کہہ رہے تھے: "واطرباہ" واہ وا، میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ کل تو اپنے دوستوں سے ملاقات ہوگی، نبوت کا دیدار ہوگا۔

۲۰ھ میں اسلام کے پہلے مؤذن سیدنا حضرت بلالؓ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ / سال تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (رجال مبشرون بالجنۃ ص: ۳۳۵)

حلیہ مبارک

ابن سعد کے بیان کے مطابق حلیہ یہ تھا، تیز رنگ، سانولے، دبلے اور دراز تھے، سینہ آگے کو ابھرا ہوا تھا، بال بہت تھے، رخساروں پر گوشت بہت کم تھا، اور ان کے بال بہ کثرت کھچڑی تھے جن میں تغیر نہ ہوتا تھا۔ (طبقات ابن سعد مترجم ۳ ۲۷۳)

ازواج واولاد

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں، آپ کی بیویاں عرب کے نہایت

شریف و معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق ایک بیوی کا نام ہند الخولانیہ تھا جو قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں۔ ایک بیوی کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی سے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کروایا تھا۔ حضرت ابودرداءؓ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا۔

طبقات کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ حضرت زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ ابو البکیر کے لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان لوگوں نے عرض کی کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کر دیجیے، فرمایا کہ تم لوگ بلالؓ کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتے؟ وہ لوگ دوسری مرتبہ آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیجیے، فرمایا: تم لوگ بلال کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتے؟ وہ لوگ تیسری مرتبہ آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیجیے، فرمایا کہ تم بلال کی طرف سے کہاں جاتے ہو؟ تم لوگ ایسے شخص سے جو اہل جنت میں سے ہے؟ پھر ان لوگوں نے ان سے نکاح کر دیا۔ (طبقات ابن سعد، مترجم ۳ ۲۷۳)

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کسی بیوی سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ خدا کی شانِ حکمت تو دیکھیے کہ جس بلال کی کوئی نسبی اولاد نہیں، آج اسی بلال کی روحانی اولاد

مؤذنوں کی شکل میں دنیا کے چپے چپے پر بھی ”یادِ بلال“ کو تازہ رکھے ہوئے ہیں۔

خصوصیات اور فضائل ومناقب

آپؓ کا شمار ان ”سابقین اولین“ میں ہوتا ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رضا مندی کا پروانہ دیتے ہوئے فرمایا: وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔ (التوبہ:۱۰۰) ترجمہ: مہاجرین و انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن، ۳۳۲)

اسی طرح حضرت بلالؓ قرآنِ کریم کی بہت سی آیتوں کے مصداق تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے متعلق فرمایا: اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ الخ۔ (التوبہ:۲۰) ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے اور اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک درجہ میں کہیں زیادہ ہیں، وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن:۸۰۲)

بعض آیات کے شانِ نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ سیدنا بلالؓ اور ان کے رفقا کے بارے میں نازل ہوئیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَمِن

النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ (البقرہ: ۲۰۷) ترجمہ: اور لوگوں میں ایک شخص ایسا ہے کہ جو اللہ کی رضاجوئی کے بدلے اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی، جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے عذاب جھیلے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ تھے، مشرکین چاہتے تھے کہ ہم کسی طرح ان سے جدا ہو جائیں، ان چھ آدمیوں میں میرا نام بھی تھا، اور عبد اللہ بن مسعود، بلال اور ایک بنی ہذیل میں سے، اور دو شخص کے نام میں بھول گیا ہوں۔ تب ہمارے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام: ۵۲) ترجمہ اور نہ دور کر ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اور چاہتے ہیں اس کی رضا۔ (حضرت بلال کے سو قصے ص: ۱۲۰)

سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ پہلے پہل جن حضرات نے اپنے اسلام کا برملا اظہار کیا، وہ سات لوگ تھے ۱) رسول اللہ ﷺ ۲) حضرت ابوبکرؓ ۳) حضرت عمارؓ ۴) ان کی والدہ سمیہؓ ۵) حضرت صہیبؓ ۶) حضرت بلالؓ ۷) حضرت مقدادؓ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا آپ کے عم بزرگوار خواجہ ابو طالب کے ذریعہ بچاؤ کا سامان کر رکھا تھا، حضرت ابوبکرؓ کا دفاع ان کی

قوم کرتی تھی، اور ان کے علاوہ باقی پانچوں حضرات کو مشرک لوگ پکڑتے اور انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر کے تپاتے، ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس نے مشرکین کی خواہش کے مطابق زبانی ہی سہی، ان کی کفریہ باتوں سے اتفاق نہ کر لیا ہو، سوائے بلال کے کہ انہوں نے راہِ خدا میں خود کو پوری طرح فنا کر دیا تھا۔ چناں چہ لوگ انہیں پکڑتے و راوباش لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دیتے، بچے انہیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے اور ان کی زبان "احد، احد" کی رٹ لگاتی رہتی۔ (طبقات ابن سعد ۳/۱۹۶)

حضرت بلالؓ کی خوش الحانی اور مؤذن اول

حضرت بلالؓ نہایت بلند اور دلکش آواز کے مالک تھے، پیچھے گذر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں امیہ بن خلف آپ کو اکثر شام کے سفر میں اپنے ساتھ رکھتا، تاکہ جب قافلہ تھک ہار کر نڈھال ہو جائے تو آپ ان کو اپنی خوش الحانی سے گرمائیں، آپ اپنی خوبصورت آواز سے ایسی حدی خوانی شروع کرتے کہ ہر ایک کی تھکن کافور ہو جاتی، سب نشاط میں آ کر جھوم اٹھتے، حتی کہ اونٹوں پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اذان کا معاملہ پیش آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو "مؤذنِ اول" کے شرف سے نوازا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃِ طیبہ میں آپؓ ہی سفر و حضر کے "مؤذنِ خاص" رہے۔ آپ کی اذان بادۂ توحید سے سرشار لوگوں کو بے چین کر دیتی۔

اذان حبشہ والے لے گئے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے اوصاف بیان فرمارہے تھے، اسی دوران آپ ﷺ نے فرمایا حکومت کی باگ ڈور قریش کے ہاتھ میں ہوگی، قضا کا شعبہ انصار میں پھلے پھولے گا اور اذان تو حبشہ والے لے گئے اور امانت اَزْد یعنی یمن والوں کی خاص صفت ہے۔ (سنن ترمذی، رقم: ۳۸۷۱)

نماز نیند سے بہتر ہے

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت بلالؓ آپ ﷺ کو فجر کی نماز کے لیے بلانے کی غرض سے حاضرِ خدمت ہوئے تو بتایا گیا کہ آپ ﷺ آرام فرمارہے ہیں، آپؓ نے بآوازِ بلند کہا۔ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' جب آپ ﷺ نے یہ کلمات سنے تو انہیں پسند فرمایا، اور اذانِ فجر میں شامل کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد سے آپ کے یہ کلمات فجر کی اذان میں شامل کرلیے گئے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم: ۷۰۸)

میرا موذن بلال

سیدنا انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: آپ کے پاس ان چیزوں سے عمدہ کوئی چیز نہ تھی جس کو آپ نے مجھے دے دیا۔ ایک میرا موذن بلال اور میری ناقہ جس پر میں اور آپ

کی صاحبزادی عائشہؓ نے ہجرت کی۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ۲ ۳۳۲، بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے، ص:۹۵)

اذان کا ثواب دخولِ جنت

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت بلال اذان کے لیے اٹھے اور اذان دی۔ جب وہ اذان دے چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ جو شخص دل کے یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن النسائی، رقم:۶۶۸)

فضائلِ مؤذن

مؤذن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں جن کے سب سے پہلے حقدار حضرت بلالؓ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے پیغامِ توحید کو بلند کیا اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سفر و حضر میں آپؐ ہی مؤذنِ خاص رہے، چناں چہ مؤذن کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ أَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكُتِبَ لَهُ بِتَأْذِيْنِهِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سِتُّوْنَ حَسَنَةً وَبِإِقَامَتِهِ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَةً"۔ جو شخص بارہ سال اذان کہے تو اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے اور اس کے لیے ہر دن اذان کے بدلے میں ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے میں تیس نیکیاں لکھی جاتی ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والحاکم عن ابن عمر)

اسی طرح مؤذن کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمُؤَذِّنُوْنَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ". مؤذن قیامت کے دن لوگوں میں سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔ (أخرجہ مسلم و أحمد و ابن ماجہ عن معاویہ)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَّ صَوْتِهِ وَأَجْرُهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ صَلَّى مَعَهُ". مؤذن کی بخشش کر دی جاتی ہے جہاں تک اس کی آواز پہنچے، اور اس کو ان لوگوں کے بقدر ثواب ملے گا جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر عن أبی أمامۃ)

جنت میں قدموں کی آہٹ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا اے بلال! تم ایسا کون سا عمل کرتے ہو کہ آج رات جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ سنی۔ انہوں نے عرض کیا کہ جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتا ہوں۔ (صحیح بخاری رقم ۱۰۸۱، بحوالہ رجال مبشرون بالجنۃ ص: ۳۳۲)

بعض روایت میں ایک اور چیز کا اضافہ ہے کہ: کبھی میں نے دو رکعت پڑھے بغیر اذان نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: یہی وہ عمل ہے جس سے تم کو یہ رتبہ ملا۔ (فرسان النہار ۳ ۳۸)

جنت کی خوشخبری

غرض یہ کہ آپ بے شمار اوصاف و خصوصیات کے حامل تھے، یہی وجہ تھی

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے: ”رَجُلٌ مِن الْجَنَّة“ یہ جنتی شخص ہے۔ (رجال مبشرون بالجنۃ، ص: ۲۴۶)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت

حضرت سالم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شاعر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے: بلال بن عبداللہ کی تعریف میں یہ مصرع کہا:

بِلَالُ عَبْدِاللّٰہِ خَیْرُ بِلَالٍ

یعنی عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال بہترین بلال ہیں، جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سنا تو فرمایا: ”کَذَبْتَ لَا بَلْ بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ خَیْرُ بِلَالٍ“ تو جھوٹ بولتا ہے؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال بہترین بلال ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضائل بلال: ۱۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کا بڑا احترام فرماتے اور آپ کو اپنا آقا و سردار کہتے، چناں چہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا اَعْتَقَ بِلَالًا سَیِّدَنَا“ ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا۔ اسی محبت اور احترام کا نتیجہ تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو رو رو کر نڈھال ہو گئے اور بار بار فرماتے تھے۔ آہ ہمارا سردار بلال بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گیا۔

(بخاری، مناقب بلال ابن رباح: ۳۷۵۴، بحوالہ خیر البشر کے چالیس جاں نثار، ص: ۵۴)

ایک روز حضرت ابوسفیان بن حربؓ اور سہیل بن عمرو بن حارثؓ اور کچھ دوسرے عرب سردار دربارِ خلافت میں حضرت عمرؓ کے آستانے پر کھڑے باریابی کے خواہاں تھے، اور ساتھ میں ایک جانب حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رومیؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملاقات کے خواہش مند تھے۔ ان "سابقین اولین" کو تو باریابی کی اجازت مرحمت فرمادی گئی، مگر باقیوں کو اجازت نہ ملی، اور انہیں روک دیا گیا۔ اس واقعہ نے حضرت ابوسفیانؓ کو سخت صدمہ پہنچایا اور وہ مارے غصے کے اپنے رفقا سے کہنے لگے کہ آج سے پہلے اتنا سخت دن کبھی نہیں گذرا، کہ عمر نے ان کو اجازت دے دی اور ہمیں روک دیا گیا۔ حضرت سہیلؓ جو بردبار اور انصاف پسند آدمی تھے، کہنے لگے۔ او میری قوم کے لوگو! قسم ہے خدا کی! آج اگر تم غصہ ہوتے ہو تو اپنے اوپر ہی غصہ ہو، اس لیے کہ جب پوری قوم کو مذہب حق یعنی اسلام کی طرف مدعو کیا گیا تھا تو وہ تم پر سبقت لے گئے اور تم صرف اپنی سوچ میں ڈوبے رہے، اُس دن کیا ہوگا جب قیامت کے دن وہ بلائے جائیں گے اور تم نظر انداز کر دیے جاؤ گے"۔

شیر کا سلام حضرت بلالؓ کے نام

سیدنا انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سفینہؓ کو جو حضور ﷺ کے غلام تھے، حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس خط دے کر بھیجا، راستہ میں ان کو ایک شیر نظر آیا، جس سے وہ گھبرا گئے، بالآخر ہمت کر کے

حضرت سفینہؓ نے شیر سے کہا: میں صحابیٔ رسول ہوں، اور آپ ﷺ کا خط لے کر یمن جا رہا ہوں۔ شیر دبے پاؤں پیچھے ہٹا، دہاڑا اور راستہ سے ایک طرف ہو گیا۔ پھر جب یمن سے لوٹے تو وہی شیر راستہ میں بیٹھا ہوا نظر آیا، حضرت سفینہؓ نے پھر وہی پہلے والی بات دہرائی، شیر نے پھر دہاڑ ماری اور دبے پاؤں ایک جانب ہو گیا۔ جب حضرت سفینہؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو اس شیر نے پہلی مرتبہ کیا کہا تھا؟ وہ شیر کہہ رہا تھا کہ ابوبکر، عمر عثمان اور علی کیسے ہیں؟ اور تمہاری واپسی پر اس نے کہا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سلمان، صہیب اور بلال کو میرا سلام عرض کرنا۔

(التاریخ الکبیر لابن عساکر ۳/ ۲۱۴ بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے، ص: ۳۷)

بلال کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی

ایک مرتبہ حضرت بلالؓ اور آپ کی اہلیہ حضرت ہندؓ کے مابین کسی بات پر ان بن ہو گئی، حضرت بلالؓ نے اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے حضور ﷺ کا حوالہ دیا، ان کی اس بات پر ان کی اہلیہ نے کہا: آپ ﷺ نے ایسا نہیں کہا ہوگا۔ آپ کو اس سے بڑا رنج ہوا، اور گھر سے مسجد کی طرف چل دیے، جب مسجد پہنچے تو آپؓ کے چہرے پر رنج وغم کے آثار دیکھ کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلال! کیا بات ہے؟ آپؓ نے پورے معاملہ کی وضاحت کی۔ آپ ﷺ حضرت بلالؓ کے گھر تشریف لے گئے، آپ کی اہلیہ نے خوش اخلاقی سے استقبال

کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہند سے فرمایا، بلال تمہیں میرے حوالے سے جو کہتا ہے، وہ صحیح اور درست ہوتا ہے، بلال کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیتا، اس کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آؤ، اور اس کو کبھی ناراض نہ کرو، اگر تم بلال کو ناراض کروگی تو اللہ تم سے کبھی راضی نہ ہوں گے۔ (حضرت بلال کے سو قصے، ص: ۹۴، ۹۵)

ایک مرتبہ ابوسفیان، حضرت صہیب، سلمان اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس سے گذرے (ابوسفیان ابھی تک حلقہ بگوشِ اسلام نہیں ہوئے تھے)، انہوں نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں کی گردن میں ابھی تک اپنی جگہ نہیں بنائی! حضرت ابوبکرؓ نے سنا تو ناگواری سے کہا، تم یہ بات قریش کے ایک بڑے اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ پھر حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات بتلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کہہ کر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے، اگر تم نے ان کو غصہ دلایا تو تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرائے ہوئے آئے اور پوچھا: کیا عزیزو! تمہیں غصہ آیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، ایسی کوئی بات نہیں۔

(صحیح مسلم، باب من فضائل سلمان وصہیب وبلال، رقم: ۴۵۵۹)

صبر اور استقامت

اسلام لانے کے بعد آپؓ پر گوناگوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم

ڈھا کر آپ کو آزمایا گیا، تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگ ریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر آپ کو لٹایا گیا، لیکن ن تمام مصائب و آلام کے باوجود آپ نے توحید کا پرچم ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابوجہل آپؓ کو منہ کے بل سنگ ریزوں پر لٹا کر چکی کا پاٹ اوپر رکھ دیتا، آفتاب کی تمازت بے قرار کر دیتی تو کہتا۔ "بلال! کیا اب بھی محمد کے خدا سے باز نہیں آئے گا؟" لیکن اس وقت بھی زبانِ مبارک سے "احد، احد" کا نعرۂ توحید بلند ہوتا۔ (طبقات ابن سعد ٣ ٦٥)

غزوۂ خیبر کا واقعہ

خیبر کی فتح کے بعد اسلامی لشکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا رات ہوا تو شہر کے قریب ہی لشکر نے پڑاؤ ڈالا، آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ نیند تمہیں نماز سے غافل نہ کر دے۔

حضرت بلالؓ کو اپنی شب بیداری پر اعتماد تھا، انہوں نے ذمہ لیا کہ میں شب بیداری کر کے صبح وقت پر اٹھا دوں گا، تمام لوگ سو گئے۔ حضرت بلالؓ شب بیداری کا ارادہ کر کے رات بھر جاگ کر ذکر و عبادت میں مشغول رہے، صبح صادق سے کچھ پہلے سستانے کی غرض سے اپنے کجاوے سے ٹیک لگا کر بیٹھے، اتفاقاً نیند نے ان پر غلبہ پا لیا اور آنکھ لگ گئی اور ایسی غفلت طاری ہو گئی کہ طلوعِ آفتاب تک کوئی بھی بیدار نہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے بیدار ہو کر حضرت بلالؓ کو آواز دی اور فرمایا "بلال! تمہاری بیداری؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ:

ہاں! رسول اللہ! آج کچھ ایسی غفلت طاری ہوگئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا۔ بعض روایتوں میں حضرت بلالؓ کا یہ قول منقول ہے کہ جس ذات باری تعالیٰ نے آپ کو سلائے رکھا اسی کے حکم سے مجھ غریب پر بھی نیند طاری ہوگئی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک! تم نے سچ کہا، اللہ جب چاہتا ہے، روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو تم پر واپس کر دیتا ہے۔ بلال! اٹھو اذان دو اور لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرو۔ (بخاری، رقم ۵۰۵)

حضور ﷺ کی مصاحبت

آپ ﷺ سفر میں ہوں یا حضر میں، حضرت بلالؓ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے اور چوں کہ آپؓ حضور ﷺ کے ''موذنِ خاص'' تھے، اس لیے ہر وقت مسجد میں حاضر رہتے اور روزانہ صبح حضور ﷺ کو بیدار فرماتے، غزوات میں آپ کے قریب تر لوگوں میں ہوتے، سفر میں اکثر آپ ہی خادم خاص ہوتے، اور آپ ہی کا نیزہ سترے کا کام کرتا۔

ایک صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام ابطح میں دیکھا، اُس وقت حضرت بلالؓ خدمت پر مامور تھے، چناں چہ حضرت بلالؓ آئے اور نیزہ دے کر آپ ﷺ کے سامنے چلنے لگے، یہاں تک کہ ایک جگہ پر اس نیزہ کو حضور ﷺ کے سامنے گاڑا اور آپ ﷺ نے نماز ادا کی۔ (بخاری، ۳۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳ بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے، ص: ۳۵)

راست گوئی

ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے بھائی نے جو اپنے آپ کو عربی النسل ظاہر کرتے تھے، کسی کے یہاں نکاح کا پیغام بھیجا، انہوں نے انکار کردیا کہ ہم آپ کو نہیں جانتے، اگر بلال اس کی تصدیق کرلے کہ آپ ان کے بھائی ہیں تو ہم رشتہ دینے پر راضی ہیں۔

حضرت بلالؓ نے تشریف لاکر کہا: صاحبو! میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اس کی مذہبی اور اخلاقی حالت اطمینان بخش نہیں، تمہارا جی چاہے تو اپنی لڑکی اس سے بیاہ دو، ورنہ انکار کردو۔ اس صاف گوئی سے ان لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ انہوں نے کہا: بلال جس کے بھائی ہو اس سے رشتۂ مناکحت قائم کرنا ہمارے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ (خیر البشر کے چالیس جاں نثار، ص:٥٦)

اصلاحِ معاشرہ کی فکر

شام میں رہ کر بھی آپ بالکل گوشہ نشیں نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ عام مسلمانوں یہاں تک کہ حکمرانوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ اپنے قیامِ شام کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ امرائے شام پرندے کے گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا کچھ کھانا جانتے ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں وہاں بہت سستی ہیں؛ تاہم آپ نے تمام امرا سے اقرار لیا کہ وہ روزانہ فی کس دو روٹی زیتون کا تیل اور

سر کہ عام لوگوں میں تقسیم کریں گے اور مالِ غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ کریں گے۔

فقر و فاقہ

قبولِ اسلام کے بعد آپ کو اگرچہ امیہ کی قید اور مصائب و آلام سے چھٹکارا مل گیا؛ لیکن قیام و طعام کا مسئلہ ہر وقت ستاتا، آپ ﷺ نے اس پریشانی کو بھی حل فرما دیا؛ لیکن حضرت بلال ؓ زہد و فقر میں ہمیشہ حضور ﷺ کے شریک رہتے، اگر حضور ﷺ کو فاقہ ہوتا تو آپ ؓ بھی فاقہ سے ہوتے اور اگر حضور ﷺ کو دکھ پہنچتا تو آپ ؓ بھی دکھی ہو جاتے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں مجھے جتنا ڈرایا دھمکایا گیا کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کی راہ میں مجھے جتنا ستایا گیا کسی اور کو نہیں ستایا گیا، اور ایک دفعہ تین رات دن مجھ پر اس حالت میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لیے کھانے کے لیے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے، سوائے اس معمولی چیز کو جو بلال اپنے بغل کے نیچے چھپائے ہوئے تھے۔ (خیر البشر کے چالیس جاں نثار، ص: ۵۷)

تواضع و انکساری

صاحب طبقات کی روایت ہے کہ: لوگ حضرت بلال ؓ کے پاس آتے اور ان کی فضیلت اور اللہ نے انہیں خیر میں جو حصہ دیا تھا اسے بیان کرتے تو آپ کہتے کہ میں تو ایک حبشی ہوں جو کل غلام تھا۔ (طبقات ابن سعد، مترجم ۳/ ۲۷۳)

پیغامِ بلالی

یہ تھی حضرت بلالؓ کی ذاتِ گرامی جنہوں نے غلامی کی حالت میں اسلام قبول کیا اور مصائب و آلام کو جھیلتے رہے؛ لیکن اسلام کا دامن نہیں چھوڑا اور اسی صبر و استقامت پر اللہ نے ان کو "موذنِ اوّل" بنا کر اور رسول کی صحبت میں رکھ کر "جنتی" ہونے کا شرف بخشا۔

بے شک آج حضرت بلالؓ اس دنیا میں نہیں رہے؛ لیکن ان کی یادیں تازہ ہیں، ان کے تذکرے زندہ ہیں، ان کی دی ہوئی اذانیں اب بھی فضائے عالم میں گونجتی ہیں، ان کی قربانیاں زبان زدِ عوام وخواص ہیں؛ لیکن ان کے مخالف جن کے پاس کامیابی کے سارے نقشے تھے مر گئے، گمنام ہو گئے، جن کی سرداری کے ڈنکے بجے ہوئے تھے اور جن کی ریاست کے غلغلے بلند تھے، آج انہیں کوئی جاننے والا نہیں ہے، سوائے مذمت ونفریں کے تاریخ کا طالب علم بھی ان کا تذکرہ نہیں کرتا۔ یہ سب عشقِ الٰہی وعشقِ رسول کا نتیجہ ہے، کوئی شخص خدا اور رسول کے لیے قربانی دے کر کبھی برباد نہیں ہو سکتا اور کوئی شخص ان کی نافرمانی کر کے کبھی آباد نہیں ہو سکتا۔ حضرت بلالؓ کی زندگی ہمیں یہی نکتہ سمجھا گئی، اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

اقبالؔ! کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے